سیں اور متاثر ہوں کیونکہ عربی زبان اور روزمرہ میں بیسیوں ایسی ضرب الامثال اور محاوروں کا ثبوت ملتا ہے، جن کا تعلق حیوانات، حشرات الارض اور حقیر ترین اشیاء سے ہے تفصیل کے لیے دیکھیے ضبی یا میدانی کا مرتب کردہ مجموعہ امثال۔

تعبیر کا یہ اسلوب ہمیں اس لیے بھی نہیں بھاتا کہ اس سے قرآن کے مرتبہ فصاحت پر حرف آتا ہے۔ وہ کتاب جو ادبِ لسان کی جملہ خوبیوں کی حامل ہو، جو الفاظ اور پیرایۂ بیان کے اعتبار سے نہ صرف فصاحت و بلاغت سے بہرہ ور ہو بلکہ اس میں معنوی گہرائیاں بھی ہوں، اور مضمون اور موضوع کی پاکیزگی اور رفعت بھی۔ بھلا ممکن ہے کہ دعویٰ کی سطح بلند سے نیچے اتر کر جواب دعویٰ اور دفاع کی پست سطح پر آ رہے۔

سوال یہ ہے کہ پھر اس آیت کی لگتی ہوئی تفسیر کیا ہو سکتی ہے؟ جواب کے لیے ہمیں دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ آیت زیر بحث کا سیاق و سباق دیکھیے، معلوم ہو جائے گا کہ قرآن حکیم کیا کہنا چاہتا ہے؛ ہم شانِ نزول کی اہمیتوں کا انکار نہیں کرتے لیکن اصولِ تفسیر کا یہ بھی مسلمہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی آیت کے سیاق و سباق سے مطالب کی وضاحت ہو جاتی ہے تو اس صورت میں اس بات کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی کہ شانِ نزول سے متعلق روایات پر غور کیا جائے۔

آیت کا سیاق و سباق بتاتا ہے کہ اس آیت کا اصل موضوع اخروی زندگی پر روشنی ڈالنا ہے اور ان لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنانا ہے جو ایمان لائے اور پھر ایمان کے مطابق جنھوں نے زندگی بسر کی۔ سوال یہ ہے کہ جنت جس کی مسلمانوں کو خوشخبری سنائی جا رہی ہے کیا ہے اور کن احوال و کوائف سے تعبیر ہے۔ کیا اس کا مزاج یکسر روحانی ہے۔ یا یہ کوئی مکانی و جسمانی حقیقت ہے۔ یعنی ایسا دبستان ہے جس میں چاروں طرف نہریں رواں ہیں جس میں گوناگوں اور دنیا سے ملتے جلتے اثمار اور پھلوں کی فراوانی ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر کہنا چاہیے جس میں ازدواجی زندگی کی نشاط انگیزیاں بھی ہیں۔ گویا جنت ایسا مقام بخشش ہے جس میں طرب و انبساط کا وہ سب سامان فراہم ہے جس سے حسیاتِ جسمانی کی تسکین ہوتی ہے۔

قرآن حکیم کی اس آیت سے چونکہ جنت کا نقشہ کچھ اس انداز سے کھینچا گیا ہے جس سے کم فہموں کو یہ ٹھوکر لگ سکتی ہے کہ اُخروی زندگی کے بارے میں اسلام جس تصور کو پیش کرتا ہے وہ سراسر

جسمانی اور مکانی تقاضوں کے اتمام سے تعبیر ہے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ اس شبہ کا جواب قصۂ زمین برسرِ زمین کے مطابق دیا جائے اور بتایا جائے کہ اس طرح کی آیات سے اخذ نتائج کا یہ اسلوب صحیح نہیں۔

قرآن حکیم جب اُخروی زندگی کی روحانی وجسمانی لطافتوں کو سمجھانا چاہتا ہے اور قلب و روح کی تکمیل وارتقا کی ان منازل کا نقشہ کھینچنا چاہتا ہے جن سے مومن مرنے کے بعد دوچار ہوگا، تو اس کے لیے محض سمجھانے کی خاطر تمثیل کا ایسا پیرایۂ بیان اختیار کرتا ہے جو اگرچہ حقیر تر لذائذ دنیا پر مشتمل ہے، تاہم اس سے مقصود جنت کی وہ زندگی ہے جو ہر لحاظ سے مکمل، جامع اور لطیف ہے۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں اسی حقیقت کا اعلان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا پیرایۂ بیان اختیار کرنے میں کوئی عار نہیں جس میں لذائذِ حسی کی روشنی میں جنت کی بلند تر، پاکیزہ تر، اور مکمل زندگی منعکس ہوسکے۔ غرض یہ ہے کہ یہ لذائذ اور جسمانی نعمتیں جن کا جنت کے سلسلہ میں قرآن حکیم میں جابجا ذکر ہوا ہے، ان انعامات کے مقابلہ میں جن سے مسلمانوں کو حقیقتاً ایمان وعمل کی بدولت بہرہ مند ہونا ہے مچھر سے بھی زیادہ حقیر ہیں۔ اسلامی نقطۂ نظر سے اُخروی زندگی کے لذائذ و انعامات کو روحانی وجسمانی زندگی کے دو مختلف خانوں میں تقسیم کرنے سے غلط فہمی پیدا ہوگی۔ اس حقیقت کو کچھ اس طرح سمجھنے کی کوشش کرنا چاہیے کہ ہماری دنیا کی زندگی عارضی اور ناقص ہے اور ایسے تناقضات میں گھری ہوئی ہے کہ جن سے انسانی اُنا کی تکمیل وارتقا کے داعیے متاثر ہوتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ آخرت میں اپنے بندوں کے لیے اس انداز کی زندگی فراہم کرے گا جو حقیقی، دائمی اور ہر طرح کے تضادات سے پاک ہوگی جس میں انسان اپنی "اُنا" کے جملہ تقاضوں کو پورا کر سکے گا۔ زندگی کے تمام لطائف سے بہرہ مند ہوسکے گا۔ نیز اس کے لیے ممکن ہوگا کہ اس ماحول اور فضا میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمال کی طرف اپنا سفر برابر جاری رکھے اور ہر لحظہ وآن اس کی رضا اور خوشنودی کی بہرہ مندیوں سے دوچار ہوتا رہے۔